OPEN ACCESS
Al-Wābil
ISSN (Online): xxxx- xxxx
ISSN (Print): xxxx - xxxx
https://ejrss.com/index.php/wabil/index

Al-Wābil, Vol.:01, Issue: 01, Jan - June 2024
DOI: 10.53583/wabil.i1.r4, PP: 34-48

انعطاف دست درازی اور شرعی نقطہ نظر: وجوہات و معاشرتی اثرات

The Prohibition of Begging and the Shariah's Approach: Causes and Social Implications

***Abdul Basit**
M.Phil. Scholar, Department of Islamic Studies,
Ghazi University, Dera Ghazi Khan, Pakistan.
Email: abdulbasit@gmail.com

Abstract

Allah did not leave man helpless and helpless by creating man, but He has also created the goods of life in this world for the needs of all creatures until the Day of Judgment and all people have the ability to use these goods and life. Granted. Now, it is the responsibility of a person to be blessed with these blessings and facilities, whether he tries to obtain the blessings of life in a legitimate way and with hard work, or earns his livelihood by adopting wrong and illegitimate means. , is a shameful and ugly source of abuse. In the article under review, the profession of begging or begging has been discussed from the Shariah and ethical point of view, and its social implications have also been explained.

Keywords: *Beggary, Social Implications, Shariah and Islam, Needy People, Deprived, Humanity.*

تعارف موضوع

خدا بزرگ و برتر نے انسان کو تخلیق فرما کر بے یار و مددگار نہیں چھوڑا بلکہ قیامت تک آنے والی تمام مخلوق کی ضروریات کے لیے اس جہان رنگ و بو میں سامان زیست کی تخلیق بھی فرمادی ہے اور سبھی افراد کو ان سامان ہائے زندگی سے استفادہ کرنے کی صلاحیتیں بھی عطا فرمادی ہیں۔اب ان نعمتوں اور سہولتوں سے کماحقہ فیض یاب ہونا انسان کے ذمہ ہے کہ وہ نعمت ہائے زندگی کو جائز طریقے اور محنت سے رزق حلال کے حصول کے لیے کوشش کرتا ہے یا غلط و ناجائز ذرائع اختیار کرکے روزی کماتا ہے انہی غلط ذرائع حصولِ زندگی میں ایک بدترین، شرم ناک اور قبیح ذریعہ دست درازی ہے۔

زیرِ نظر مقالہ میں گداگری یا فقیری کے پیشہ کی بارے میں شرعی و اخلاقی نقطہ نظر سے بحث کی گئی ہے، نیز اس کے سماجی اثرات کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔

لغوی مفہوم:

دست درازی کی تشریح اور مطالب و مفاہیم درج ذیل بیان کیے جارہے ہیں سب سے پہلے لغوی معانی و مفہوم کا بیان ہے:

"دست درازی " فارسی زبان کے مصدر "گدائی کردن" سے اسم مؤنث کا صیغہ ہےاس کا اسم مذکر "دست دراز " اور "گدا" عموما استعمال ہوتا ہے۔"گدا۔ص (گ) " نادار و بینوا و کسی کہ وجہ معاش خود را بسر ایگان از دیگران طلب کند "[1]

مفہوم یہ ہے کہ "بھیک مانگنے والا کمزور و عاجز (معذور) جو کسی وجہ سے ذریعہ معاش سے محروم ہو اور جو دوسروں سے

CC BY

سامان زیست طلب کرے۔

"فقر:الفَقْر والفُقْر: ضِدُّ الغِنى، مِثْلُ الضَّعْفِ والضُّعْف،ابْنُ سِيدَهْ: وقَدْرُ ذَلِكَ أَن يَكُونَ لَهُ مَا يَكْفي عيالَه،وَالْجَمْعُ فُقَراءُ، والأُنثى فَقِيرَةٌ"[2]

" فقر سے مراد فَقر اور فُقر دونوں ہیں،جو غنی کی ضد ہے،ضَعف اور ضُعف کی طرح ہے۔ابن سیدہ کے قول کے مطابق اس کے پاس اس قدر (مال) ہو جس سے عیال کی کفالت نہ ہوسکے اس کی جمع فقراء ہے اور مؤنث فقیرہ (فقیرنی) ہے"

"الفَقِيرُ الَّذِي لَاشَيْءَ لَهُ، وَالْمِسْكِينُ الَّذِي لَهُ بَعْضُ مَايَكْفِيه؛ وإِليه ذَهَبَ الشَّافِعِيُّ،وَقِيلَ فِيهِمَا بِالْعَكْسِ، وإِليه ذَهَبَ أَبو حَنِيفَةَ"[3]

"امام شافعیؒ کے قول کے مطابق فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو اور مسکین وہ ہے جس کے پاس اپنے عیال کی کفالت کے لیے تھوڑا بہت مال ہو،جب کے امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق اس کے بر عکس ہے"

عربی زبان میں بھی اسے فقیر یا سائل کہا گیا ہے لیکن زیادہ موزوں لفظ "فقیر" ہی ہے۔انگریزی زبان میں لفظ "دست دراز" کو "Beggar" کہا گیا ہے۔ہندی میں دست دراز کو "فقیر" بھی کہا گیا ہے۔عربی میں گدا کو فقیر، شحاذ، مسؤول اور دست درازی کو تسول،استجداء، شحاذۃ کہا جاتا ہے۔[4]

فقر اور دست درازی کا اصطلاحی مفہوم:

"دست دراز کو اصطلاحا فقیر، منگتا،سائل، منگت کے معانی میں لیا جاتا ہے۔کول: (پشتو اصطلاح) مانگ مانگ کر غلہ جمع کرنا، بھیگ مانگنا"[5] یہ اسم مذکر ہے اور مراد وہ شخص ہے جو درویش ہو اور اپنے بال بچوں کے واسطے کم سے کم ایک روز اور زیادہ سے زیادہ دو چار روز کی خوراک رکھتا ہو،بخلاف مسکین کے کہ اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو،از حد محتاج و ناچار ہو۔گدا، بھکاری، بھک ،منگا، منگتا، کنگلا۔ جبکہ بھیک مانگنے کو دست درازی کہا جاتا ہے۔اسلام میں اس کی سخت ممانعت کی ہے۔"فقیر" ضرورت مند یا حاجت مند انسان ،خواہ وہ دنیوی حیثیت سے محتاج وہ یا وہ روحانی نقطہ نظر سے، فقیر اور مسکین میں فرق یہ ہے کہ آخر الذکر (مسکین) تباہ حال ہوتا ہے اور فقیر، محتاج،مانگنے والے کو سائل کہتے ہیں۔[6]

اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو غنی اور اس کے مقابلے میں انسان کو فقیر یا حاجت مند کہا ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں انسان یقینا حاجت مند ہے خواہ وہ کوئی چیز مانگے یا نہ مانگے۔جو لوگ خدا پر بھروسہ کرتے اور دوسروں سے کچھ طلب نہیں کرتے ان کو متوکل کہتے ہیں۔اس لحاظ سے اسلام میں فقیر ہونا یا فقر اور فقیر کوئی بڑی بات نہیں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ (الفقر فخری) کہ فقر میرا فخر ہے ، لیکن جب سے بھیک مانگنے والوں نے یہ نام اختیار کیا ہے اس وقت سے اس کا مفہوم بدل گیا ہے اور اب معاشرے میں فقیر کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا، متوکل طبقہ کے واسطے اب درویش کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔[7]

وہ شخص ہے جو حاجت مند ہو ،خواہ وہ روحانی اعتبار سے ہو،اس کی ضد ہے غنی، یعنی فارغ البال ،اس کے ساتھ عموما مسکین کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے یعنی وہ شخص جو بے حد خستہ حال ہو ان میں تھوڑا سا فرق ہے۔امام ابو حنیفہ کے نزدیک فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ تھوڑا بہت ہو اور مسکین وہ ہے جو بالکل نادار ہو لیکن امام شافعیؒ نے اس کے بر عکس لکھا ہے اور ابن العربی نے ان دونوں لفظوں کو ہم معنی قرار دیا ہے۔ایک اور لفظ سائل ہے جس کے معنی ہے بھکاری یا سوالی، چنانچہ قرآن مجید میں آیا کہ انسان اللہ کا حاجت مند (فقراء) اور اللہ غنی ہے۔

"يَاأَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ"[8]

"لو گو تم اللہ کی طرف محتاج ہو اور اللہ وہی ہے جو سب سے مستغنی اور سب خوبیوں کا مالک ہے"

فقر ایک نہایت ہی وسیع اور بلیغ اصلاح ہے اس کا تعلق خارج سے بھی ہے اور باطن سے بھی۔ فقر ایک اخلاقی رویہ ہے۔اور متاع دنیوی کے تعلق میں ایک انداز نظر بھی جو دنیا داری ، خود غرضی، زر پرستی، اور استحصال سے بچاتا ہے۔ حدیث مذکورہ بالا میں جس فقر کو نبی کریم ﷺ نے فخر فرمایا ہے اس سے مراد یہی شعوری بے نیازی ہے جو متاع دنیوی پر دسترس ہونے کے باوجود انسان کو دل کی تونگری عطاء کرتی ہے۔ مال وجاہ کی ہوس اور اس کی خاطر ظلم، تعدّی، غصبِ حقوق، استحصال اور اس سے وابستہ جھوٹ اور طمع سازی یہ سب رذائل فقر سے دور ہوتے ہیں۔[9]

صوفیانہ شخصی رویے کے علاوہ علامہ محمد اقبالؒ نے اپنی کتابوں میں اسے ایک "اجتماعی رویّہ" (فضیلت) بھی قرار دیا ہے۔[10] ایک دوسری حدیث "وکاد الفقر ان یکون کفرا" اس میں محض بے زری اور افلاس مراد ہے۔ یہ خارجی حالت ہے لیکن جب مذکورہ بالا باطنی کیفیت کسی کے دل میں (بوجہ ریاضت قلبی وذکر وفکر) پیدا ہو جاتی ہے تو قلب مطمئن ہو جاتا ہے اور مال وملکیت کے بارے میں بے نیازی پیدا ہو جاتی ہے۔[11]

انعطاف دست درازی/گداگری کی ممانعت:

جس طرح ضروریات زندگانی کے لیے مال واشیاء لازمی ہیں اسی طرح ان کے حصول کے پسندیدہ اور احسن ذرائع اختیار کرنا بھی ضروری ہے۔ تحصیل مال و اشیاء کے کچھ ذرائع جائز اور مقبول ہیں اور کچھ ناپسندیدہ اور مردود جیسے چوری، ڈاکہ، فریب، جعل سازی اور گداگری ان کو معاشرہ فعل مذموم اور شرمناک گردانتا ہے اور ان سے پورا عالم انسانیت متاثر ہوتا ہے اس کا کامل، صحیح اور معقول معیار صرف وحی الٰہی اور فرمان مصطفوی ہو سکتا ہے۔ شریعت اسلامی نے حلال وحرام اور جائز وناجائز کا جو قانون اور معیار مقرر کیا ہے وہ صراحتاً وحی الٰہی اور ارشادات نبوی ﷺ سے مستفاد ہے۔ رزق حلال کے حصول اور حرام سے گریز کے لیے قرآن وحدیث کی واضح تعلیمات اور احکام موجود ہیں۔ کسبِ حلال اور اکلِ حلال پر جتنا زور اسلام نے دیا ہے شاید ہی کسی مذہب نے اس کی جانب اتنی توجہ مبذول کی ہو اسی طرح رزق حرام کے ضمن میں بے شمار وعیدیں بھی آئی ہیں تاکہ خشیت الٰہی اور پیروی نبی کریم ﷺ میں نمو ہو۔

مذموم اور ناجائز طریق پر (مثلاً گداگری) مال کے حصول کو شریعت نے ممنوع و باطل قرار دیا ہے۔ معاشرتی حقوق اور فلاح عامہ کی غرض سے بھی کسب مال کے مردود اور غلط ذرائع کی تحصیل ممنوع ہیں۔ اسلام میں مقبول ومردود اور حلال وحرام کے واضح اور بیّن معیار ہیں۔ جن کی روشنی میں معاشرے میں بسر اوقات کا شیڈول مرتّب ومروج ہے اسی ترتیب اور مروّجہ اصولوں کی پاسداری سے معاشرے میں فلاح، سلامتی اور بہتری پر گامزن ہو کر دنیاوی آسودگی اور اُخروی کامیابی کا حصول ممکن ہے۔ گداگری وہ فعل قبیح ہے جسے خالق کائنات ارحم الراحمین اور اس کے محبوب رحمۃ اللعالمین ﷺ نے سخت ناپسند فرمایا ہے۔ قرآن کریم کی آیات میں اس کی مذمت بیان کی گئی ہے اس ضمن میں کلام الٰہی کی آیات اور مفسرین کرام کی تشریحات وتفاسیر بھی بیان کی جاتی ہیں۔

(1) کلام الٰہی/مفسرین کے دلائل:

"لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا"[12]

"وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے"

امام طبریؒ اس آیت کی تفسیر میں یوں بیان فرماتے ہیں:

"يقال:"قد ألحف السائل في مسألته"،إذا ألحَّ"فهو يُلحف فيها إلحافًا" فإن قال قائل: أفكان هؤلاء القوم يسألون الناس غيرَ إلحاف؟ قيل:غير جائز أن يكون كانوا يسألون الناس شيئًا على وجه الصدقة إلحافًا أو غير إلحاف،وذلك أن الله عز وجل وصفهم بأنهم كانوا أهل تعفف، وأنهم إنما كانوا يُعرفون بسيماهم-فلو كانت المسألة من شأنهم،لم تكن صفتُهم التعفف،ولم يكن بالنبي صلى الله عليه وسلم إلى علم معرفتهم بالأدلة والعلامة حاجة، وكانت المسألة الظاهرة تُنبئ عن حالهم وأمرهم"[13]

"کہا جاتا ہے (قد الحف السائل فی مسألتہ) یہ اس وقت کہتے ہیں جب وہ سائل سوال کرنے میں گڑگڑائے۔ اسی سے مضارع (یُلحف) اور مصدر (اِلحاف) آتا ہے۔ اگر کہنے والا یہ کہے کہ یہ لوگ بغیر الحاف کے سوال کرتے تھے تو کہا جائے گا کہ یہ جائز نہیں ہے کہ وہ لوگوں سے کوئی بھی چیز گڑگڑا کر یا بغیر گڑگڑا کر مانگتے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا وصف (تعفُّف) بیان کیا ہے۔ اور یہ کہ وہ اپنی پیشانیوں (نشانیوں) سے پہچانے جاتے ہیں اگر وہ سوال کرتے ہوتے تو ان کا وصف (تعفّف) نہ بیان کیا جاتا اور نہ ہی انہیں دلیل اور علامت سے پہچانا جاتا بلکہ ان کا حال بالکل واضح ہوتا"

امام طبریؒ نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں (اِلحاف) یعنی گڑگڑا کر اور لپٹ لپٹ کر مانگنے کی نفی بیان فرمائی ہے کہ ان سائلین کی یہ صفت تھی کہ لوگوں سے گریہ زاری کرکے اور لپٹ چمٹ کر سوال نہیں کرتے تھے۔ اس کے برعکس فی زمانہ فقیر اور سائل اس طرح گڑگڑا کر اور پیچھے پڑ کر سوال کرتے ہیں کہ اللہ کی پناہ! ان سے پیچھا چھڑانا بے حد مشکل ہو جاتا ہے۔ علامہ طبری نے ان کے (تعفّف) یعنی سوال نہ کرنے کی صفت کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ ایسا سوال کرتے ہی نہیں جو موجودہ صورت حال کے بالکل برعکس ہے۔ اس آیت کی تفسیر "صاحب روح البیان" یوں بیان فرماتے ہیں:

"مفعول فيه:ففيه نفى السوال والالحاف جميعا أى لايسئالون الناس اصلا فيكون الحافاوالالحاف الالزام والالحاح وهوأن يلازم السائل والمسئول حتىٰ يعطيه ويجوز السوال عند الحاجة الاثم مرفوع"[14]

"وہ لوگوں سے عاجزی دکھا کر سوال نہیں کرتے (الحافا) مفعول لہ ہے اس میں سوال اور عاجزی کے اظہار دونوں کی نفی کی گئی ہے۔ الحاف بمعنی الزام والحاح، وہ سائل جو مسئول کا پیچھا نہ چھوڑے جب تک کہ وہ اس سے سوال پورا نہ کرالے۔ (مسئلہ) بوقت ضرورت سوال کرنا جائز ہے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے"

احادیث مبارکہ/محدثین عظام کے دلائل:

"عن الزبير بن العوام، عن النبیﷺقال:لأن ياخذ احدكم حبلة فياتى بحزمهة الحطب على ظهره فسعها فكيف بها وجهه خيرله من ان يسال الناس أشياءهم اعطوه أومنعوه"[15]

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اور اس کو فروخت کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص سے سوال کرے وہ اس کو عطا کرے یا منع کردے"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"وعن النبی ﷺان الله يحب الحى الحليم المتعفف ويبغض البذى السائل الملحف"[16]

"بے شک اللہ تعالیٰ زندہ، حوصلہ والے، سوال سے بچنے والے کو محبوب رکھتا ہے جب کہ فحش گو اور گڑگڑا کر مانگنے والے کو ناپسند کرتا ہے"

علامہ شیخ اسماعیل حقی البروسی نے مانگنے (سوال) کرنے والے کے اظہار عجز کو مذموم اور اس کے لپٹنے والے انداز کو سخت ناپسند قرار دیا ہے۔اسی ضمن میں انہوں نے نبی کریم ﷺ کی دو احادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں پہلی حدیث شریف میں نبی مکرّم ﷺ نے محنت کی عظمت اور کسب حلال کی ترغیب عطا فرمائی ہے۔دوسری حدیث مبارکہ میں سرکار دو عالم ﷺ نے گڑگڑا کر مانگنے والے سائل سے اللہ تعالیٰ کے بُغض یعنی سخت ناراضی کے اظہار کا بیان فرمایا ہے۔ہمارے معاشرے میں گدائی اور فقیری کا رواج ہے یقینا سائل مذکورہ بری عادات کے مالک ہیں نیز مذکورہ موقف کے تائید ہوتی ہے کہ گداگری بے حد گھناؤنا اور حقیر فعل ہے جس میں مبتلا افراد ہمارے معاشرے کے لیے کلنک کا ٹیکہ ہیں۔صاحب روح المعانی علامہ آلوسی اس آیت کے ضمن میں رقم طراز ہیں:

"(لا يَسْئَلُونَ النَّاسَ إِلْحافاً) أي إلحاحا وهو أن يلازم المسئول حتى يعطيه من قولهم لحفني من فضل لحافه أي أعطاني من فضل ما عنده، وقيل:سمي الإلحاح بذلك لأنه يغطي القلب كما يغطي اللحاف من تحته. ونصبه على المصدر فإنه كنوع من السؤال أو على الحال أي ملحفين، والمعنى أنهم لا يسألون أصلا-وهو المروي عن ابن عباس رضي الله تعالى عنه،وإليه ذهب الفراء، والزجاج، وأكثر أرباب المعاني- وعليه يكون النفي متوجها لأمرين"[17]

"یعنی (الحاحا) سے مراد یہ ہے کہ سائل مسئول کو چمٹ جائے یہاں تک کہ وہ اسے دے دے۔یہ ان کے قول سے مشتق ہے "لحفنی من فضل لحافہ "یعنی اس نے اپنے پاس سے جو کچھ زائد تھا دے دیا (اپنی توفیق اور ہمت سے بڑھ کر عطا کیا) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے (الحاح) اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ دل کو ڈھانپ لیتا ہے جیسے لحاف انسان کو ڈھانپ لیتا ہے اور اس کو مصدر منسوب اسی لیا کہا گیا ہے کہ یہ سوال کی ایک نوع ہے (یعنی مفعول مطلق ہے) یا یہ حال ہے یعنی وہ گڑگڑاتے ہوئے (لپٹ چمٹ کر) سوال نہیں کرتے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگوں سے بالکل سوال نہیں کرتے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی منقول ہے فراء اور زجاج کا بھی یہی قول ہے اور اکثر اہل لغت بھی یہی کہتے ہیں اور سی اصول کے تحت نفی دونوں حالتوں پر محیط ہو گی"

علامہ آلوسی نے مذکورہ آیت کی تفسیر و تشریح کے ضمن میں دیگر مفسرین کرام کی طرح سائل کے لپٹ چمٹ کر مانگنے کو انتہائی معیوب اور ناپسند قرار دیا ہے اور اس ضمن میں مفسر قرآن،صاحب علم صحابی رسول حضرت ابن عباس کی تائید و حمایت کے ساتھ ساتھ فراء اور زجاج کی توثیق کا بھی ذکر کیا ہے کہ جمہور مفسرین کرام سائل کے گڑگڑا کر اور چمٹ لپٹ کر مانگنے کو قطعاً جائز نہیں خیال کرتے بلکہ اس کی مذمت ہی بیان کرتے ہیں جس سے مذکورہ قول کی تائید و توثیق ہوتی ہے کہ گداگری یقینا ایک لعنت ہے۔تفسیر ابن کثیر میں مذکورہ آیت کے ضمن میں یوں تفسیر بیان کی گئی ہے:

"وَقَوْلُهُ:"لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا" أَيْ:لَا يُلحون فِي الْمَسْأَلَةِ وَيُكَلِّفُونَ النَّاسَ مَا لَا يَحْتَاجُونَ إِلَيْهِ، فَإِنَّ مَنْ سَأَلَ وَلَهُ مَا يُغْنِيهِ عَنِ السُّؤَالِ، فَقَدْ أَلْحَفَ فِي الْمَسْأَلَةِ"[18]

"وہ سوال کرنے میں گڑگڑاتے نہیں اور وہ لوگوں پر بوجھ نہیں ڈالتے جس کی ان کو ضرورت نہیں۔پس یقینا جو اس نے مانگا اسے اتنا ہی مانگنا چاہیے جو اسے سوال سے مستغنی کر دے تو تحقیق اس نے سوال کرنے انتہا کر دی"

آگے انہوں نے حدیث مبارکہ بیان فرمائی ہے جو ذیل میں مذکور ہے:

"وَقَدْ رَوَاهُ مُسْلِم:عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ

وَالتَّمْرَتَانِ،وَاللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ،إِنَّمَا الْمِسْكِينُ الْمُتَعَفِّفُ؛ اقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ:لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا[19]

"امام مسلم اس روایت کو نقل کرتے ہیں کہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ شخص مسکین نہیں جو ایک کھجور یا دو کھجور یا ایک لقمہ یا دو لقمے لے کر جاتا ہے بلکہ مسکین وہ ہے جو سوال سے رک جائے۔اگر چاہو تو یہ آیت مبارکہ پڑھ لو (کہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے"

حضرت حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر نے بھی قریب قریب وہی موقف بیان کیا ہے جو صاحب روح البیان اور صاحب تفسیر روح المعانی نے بیان کیا ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرنے میں گڑگڑاتے نہیں اور وہ لوگوں پر بوجھ نہیں ڈالتے یعنی وہ اس طریقے (عاجزانہ طریقے) سے سوال کرتے ہیں کہ اب سے زیادہ اظہار عجز ممکن نہیں۔اس کے بعد انہوں نے صحیح مسلم نے حدیث مبارکہ بیان کی ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا کہ مسکین ایک دو کھجوریں یا ایک دو لقمے حاصل کرنے کے لیے دربدر نہیں پھرتا اور نہ ہی چمٹ کر سوال کرتا ہے جب کہ آج کل کے فقراء، گداگر اور مساکین بعینہ یہی طریق اپنائے ہوئے ہیں۔ گداگری وہ فعل قبیح ہے جسے خالق کائنات ارحم الراحمین اور اس کے محبوب کریم ﷺ نے سخت ناپسند فرمایا ہے۔قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں اس کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ذیل میں چند مشہور اردو تفاسیر کی تشریح بیان کی جارہی ہے:

"لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا"[20]

"نہیں سوال کرتے لوگوں سے زاری کرکے"

مفتی احمد یار نعیمی مذکورہ آیت کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں:

"یہ جملہ (تعفّف) کا بیان ہے الحاف "لُحف" سے بنا ہے بمعنی ڈھانک لینا اس لیے رضائی کو لحاف کہتے ہیں کہ وہ اوڑھنے والے کے جسم کو ڈھانپ لیتی ہے۔اصطلاح میں گڑگڑا کر مانگنے یا سوال کرنے میں اصرار کرنے کو "الحاف" کہتے ہیں کہ اس سے سامنے والے کا دل غیرت سے گویا ڈھک جاتا ہے۔یہاں تو (اِلحاف) بمعنی اسم فاعل کے (لایسئلون) کی ضمیر کا حال ہے۔یعنی وہ لوگوں سے اصرار سے نہیں مانگتے خیال رہے کہ یہ قید اتفاقی ہے،احترازی نہیں کیونکہ وہ (اصحاب صفہ) بالکل نہ مانگتے تھے جیساکہ (تعفّف) میں بیان میں ہوا ہے۔یعنی وہ کسی سے مانگتے ہی نہیں کہ انہیں گڑگڑانا پڑے کیوں کہ سوال کا انجام زاری ہے بعض نے فرمایا کہ یہ نفی کا مفعول مطلق ہے کہ وہ (تعفّف) اور ترک سوال میں نہایت ہی مضبوط ہیں یعنی (یترکون السوال اِلحافا)"[21]

آگے چل کر تفسیر نعیمی کے مصنف نے "فائدے" کے عنوان کے تحت (گیارہ) فوائد تحریر کئے ہیں جس میں سے چوتھا اور پانچواں فائدہ (جو موضوع سے متعلق ہے) درج کیا جارہا ہے فرماتے ہیں:

"(فائدہ) بمقابلہ پیشہ ور بھکاریوں کے چھپے فقیروں کو صدقہ دینا زیادہ اچھا ہے جیساکہ تعفف سے معلوم ہوا ہے (فائدہ) مخلوق سے اپنی تنگ دستی اور فقر وفاقہ چھپانا بہت اچھا عمل ہے۔دیکھو! رب نے اصحاب صفہ کے اسی عمل کی تعریف فرمائی"[22]

اس تمام تفصیل سے جو مطالب ومفاہیم نکلتے ہیں ان میں دو باتیں بے حد اہم ہیں۔وہ یہ کہ پیشہ ور گداگروں سے مکمل اعراض (پیچھا چھڑانا) اور مشکل وصبر آزما ساعتوں میں صبر وشکر، توکل اور قناعت کا دامن ہمیشہ مضبوطی سے پکڑے رکھے۔

"لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا" کی تفسیر میں مولانا امیر علی بیان کرتے ہیں:

"نہیں سوال کرتے لوگوں سے کچھ تاکہ "اِلحاف" کریں الحاف کرنے کے لیے ان کی طرف سے بالکل سوال نہیں واقع ہوتا اور اِلحاف بمعنی اِلحاح ہے۔یعنی وہ کسی سے سوال نہیں کرتے تو الحاح بھی نہیں کرتے"[23]

درج بالا تفسیر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ "الحاف" یعنی لوگوں سے گڑگڑا کر، زاری کر کے اور لپٹ کر مانگنے کو جمہور مفسرین نے جائز قرار نہیں دیا بلکہ اس کی مذمت بیان کی ہے انہی مفسرین نے اس طرح کے سوال کرنے کو منع کیا ہے۔ تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس طرح بیان کرتے ہیں:

"لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا" وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے الحاف سے مراد ہے سائل کا مسئول سے چمٹ جانا اور بغیر لیے نہ چھوڑنا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں سے سوال نہیں کرتے اسی وجہ سے ناواقف ان کو غنی جانتے ہیں مگر ان کی خصوصی نشانیاں ان کی محتاجی کو بتاتی ہیں اور اگر کبھی مانگتے ہیں بھی ہیں تو لپٹ کر نہیں مانگتے۔ بعض علماء نے کہا آیت میں مطلق سوال کی نفی مراد ہے یعنی وہ کسی سے مانگتے ہیں نہیں کہ اصرار کرنا پڑے۔ الحافاً مفعول مطلق بیان نوع کے لیے ہے گویا الحاف (اصرار) ایک طرح کا سوال ہی ہے۔ یا مصدر بمعنی اس فاعل ہو کر (لایسئلون) کی ضمیر سے حال ہے یعنی وہ لپٹتے ہوئے لوگوں سے نہیں مانگتے"[24]

تفسیر ہذا میں مفسرین نے ان سائلین کا تذکرہ کیا ہے جو مسئول سے لپٹ اور چمٹ کر یعنی از حد اصرار اپناتے ہیں جس سے عوام کو از حد پریشانی ہوتی ہے، دراصل اصرار و تکرار سے سوال کرنے کی نفی بیان کی گئی ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی "تدبر القرآن" میں "لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا" کے ضمن میں بیان کرتے ہیں:

"(وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے) میں اصل مقصود سوال کرنے کی نفی ہے۔ الحافاً کی قید اس کے ساتھ صرف سول کرنے والوں کی عام حالت کی تصویر اور اس کے گھناؤنے پن کا اظہار کے لیے لگائی گئی ہے۔ مثلاً فرمایا ہے کہ "لاتقتلوا اولادکم خشیۃ املاق" (اپنی اولاد کو فقر کے اندیشے سے قتل نہ کرو) اس میں ممانعت در حقیقت قتل کی ہے (خشیۃ املاق) کی قید محض اس کے گھناؤنے پن کو واضح تر کرنے کے لیے ہے۔ یا فرمایا ہے "لاتاکلواالربا اضعافا مضاعفۃ" کی قید محض اس کی کراہت کو نمایاں کرنے کے لیے ہے۔ اسی طرح "لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا" میں مقصود ان کے سوال کی نفی ہے۔ الحافا کی قید محض سوال کرنے والوں کی عام حالت کے اظہار کے لیے ہے۔ بھلا جو لوگ اتنے خوددار ہیں کہ جو ان کے حال سے بے خبر ہو وہ ان کو غنی سمجھتا ہے وہ گداگروں اور بھیک مانگنے والوں کی طرح حرکت کس طرح کر سکتے ہیں؟ چنانچہ ان کی اسی خودداری اور پردہ داری کی وجہ سے قرآن نے اہل انفاق کو ان کا سراغ دینے کے لیے ان کی پہچان بتائی ہے کہ ان کو چہرے بشرے سے پہچان کر ڈھونڈنے کی کوشش کرو اور اس کے پاس خود پہنچو، یہ توقع نہ رکھو کہ عام گداگروں کی طرح یہ لوگ تمہارے پیچھے پیچھے بھاگیں گے"[25]

موصوف مفسر نے قرآن مجید کی دیگر آیات کی مثال دے کر پیشہ ور گداگروں کی مذمت بیان کی ہے اور اس طرف اشارہ کیا ہے کہ مستحقین کو تلاش کرنا اہل انفاق کی ذمہ داری ہے تاکہ حق دار کو صحیح معنوں میں حق مل سکے۔ قرآن مجید کی آیت "لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا" میں براہ راست گداگری کے فعل مذموم کو بیان فرمایا گیا ہے۔ اس کی تفسیر و تشریح میں نبی کریم ﷺ کی بیسیوں احادیث مبارکہ بھی مذکور ہیں۔ اب ہم ان آیات مبارکہ کا ذکر کرتے ہیں جو براہ راست تو بھیک کی مذمت میں نہیں ہے لیکن ان سے استدلال کیا جا سکتا ہے اور الحاف، الحاح بالسوال سے گریز بھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَاأَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ"[26]

"اے لوگو! زمین کی ان چیزوں میں سے کھاؤ جو حلال طیب ہیں اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو"

مندرجہ بالا تفصیل سے مذکورہ موقف کی تائید و توضیح ہوتی ہے کہ گداگری کی کمائی یقیناً حلال ذرائع سے رزق کا حصول

نہیں۔اللہ تعالیٰ نے اور نبی کریم ﷺ نے رزق حلال پر ہی زور دیا ہے اور ناجائز وناروا طریق شیطان کا طریق، پیروی اور راستہ بتلایا ہے۔سوء اور فحشاء سے گریز ہی رزق طیب کی طلب ہے اور گداگری اس کے برعکس۔

"يَاأَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا" کے ضمن میں پیر محمد کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں:

"اے انسانو! کھاؤ اس سے جو زمین میں حلال (اور) پاکیزہ (چیزیں) ہیں"۔آج کی ترقی یافتہ دنیا میں کھانے اور استعمال کی چیزوں میں صفائی کا اہتمام کیا جانے لگا ہے لیکن حلال وحرام کی تمیز اب بھی نہیں۔اسلام نے اپنے ماننے والوں کو دونوں باتوں کے اہتمام کا حکم دیا ہے۔یعنی ظاہری طور پر بھی غلیظ اور گندی نہ ہوں تاکہ جسمانی صحت پر برا اثر نہ پڑے اور باطنی طور پر بھی نجس اور پلید نہ ہوں تاکہ ضمیر انسانی دم نہ توڑ دے۔ظاہری صفائی کو قرآن نے "طیّب" کے لفظ سے اور حقیقی پاکیزگی کو "حلال" کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور حلال اس چیز کو کہتے ہیں کہ نہ تو ذاتی طور پر حرام ہو جیسے جانور، مردار، شراب وغیرہ اور نہ ایسے طریقوں سے حاصل کی گئی ہو جن کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے مثلاً چوری، جواء خواہ وہ کلبوں میں ہو، رشوت، سود وغیرہ، اسلامی نظام معاشیات کا ایک بنیادی اصول ہے۔کسب معاش کے لیے کھلی چھٹی نہیں بلکہ وہ تمام راستے بند کر دیے ہیں جن میں کسی کی کمزوری، مجبوری اور ناداری سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے"[27]

درج بالا تفسیر میں پیر محمد کرم شاہ الازہری نے حلال ذرائع اور حرام ذرائع کا فرق بیان فرمادیا ہے کہ حرام ذرائع کو اختیار کرنے سے خدا اور رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور اصل تو باطنی صفائی (رزق حرام سے گریز) ہے کہ گداگری بھی یقینا ذریعہ حلال نہیں ہوسکتا اور اسلامی معاشیات کے بیّن اصولوں کی صریحاً خلاف ورزی کے زمرہ میں آتا ہے۔اس طرح قرآن مجید کی درج ذیل آیت بھی مذکورہ موقف کی تائید کرتی ہے:

"وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ"[28]

"اور ناحق ایک دوسرے کا مال آپس میں نہ کھاؤ"

یہ نص قطعی ہے کہ ایک دوسرے کی مالک کے ناحق اور ناروا طریقے سے آپس میں نہ کھاؤ کہ یہ طریق باطل ہے۔بھیک مانگنا بھی اسی زمرے میں آتا ہے کہ گداگر ناروا اور غلط طریقہ اختیار کرکے دوسروں کا مال حاصل کرتا ہے جو نہ صرف معیوب ہے بلکہ معاشرتی بے راہ روی اور بگاڑ کا موجب بھی ہے۔ملاحظہ کیجیے کہ آج کل کے گداگر کیا یہی طریق نہیں اپناتے؟ نت نئے گداگری کے طریقے اپنا کر، جعلی زخمی پن دکھا کر، خود ساختہ معذور بن کر لوگوں سے رقم بٹورتے ہیں اور زاری، گڑگڑا کر منت اور سماجت کرتے ہوئے لپٹ چمٹ کر خیرات مانگتے ہیں جو نہ صرف یہ کہ مذکورہ آیت مبارکہ کی تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ اخلاقیات اور انسانیت سے بھی گرا ہوا عمل ہے جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔

قرآن وسنت کی روشنی میں دست درازی کی مذمت وممانعت:

رب سے مانگنے والے کبھی مایوس نہیں ہوتے اور جو لوگ ہر ایک سے ہر وقت ہر چیز مانگتے ہیں انہیں ان سے مایوسی کے سوا کچھ نہیں ملتا، لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے کو ہی بھیک کہا جاتا ہے اور یہ انسان کی غیرت وحمیت کے خلاف ہے۔اس سے خودداری ختم اور شرم وحیا جاتی رہتی ہے۔انسان کاہل وکام چور اور لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔وہ جب بھی مانگتا ہے خوشامد کرتے ہوئے مانگتا ہے۔بھکاری کو سب کچھ سہنا پڑتا ہے کیوں کہ اس کا ہاتھ نیچے ہوتا ہے تو نیچا بن کر رہنا بھی پڑتا ہے، دینے والے کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے اور اسے معاشرے میں اونچا مانا جاتا ہے۔نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، اوپر کا ہاتھ خرچ کرنے والے کا ہے اور نیچے کا ہاتھ مانگنے والے کا ہے"[29]

مانگنے والے اکثر بھیک کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ ان کا گھر بھرا ہوتا ہے اور انہیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اللہ رب العزت کا دیا ہوا سب کچھ ہوتا ہے مگر عادت پڑ گئی ہے تو مانگیں گے ضرور۔ شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر، عزت نفس بیچ کر، ڈانٹ پھٹکار سن کر بس مانگے جائیں گے، ہاتھ پھیلاتے جائیں گے، آہ وزاری کرتے جائیں گے۔ جسم توانا ہوگا، ہاتھ پاؤں سلامت ہوں گے مگر بھیک مانگنا نہ چھوڑیں گے۔ حیلے بہانے، روپ بدل کر، خود کو بیمار و اپاہج ظاہر کرکے اور مختلف تدبیروں سے بھیک مانگنے کا سلسلہ جاری رہے گا۔ خود اور بیوی حتیٰ کہ معصوم بچوں کو بھی بے حمیت بنادیں گے۔ بعض بھیک مانگنے والے یہ کہنے سے بھی نہیں چوکتے کہ ہم کیوں نہ مانگیں یہی ہمارا پیشہ ہے، یہی ہماری روزی ہے، ہم فلاں برادری سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے مانگنا ہمارا حق ہے۔ جب کہ شرعاً بھیک مانگنے کا تعلق کسی ذات برادری اور خاندان و قبیلے سے ہرگز نہیں اس کا تعلق ضرورت و حاجت سے ہے بغیر ضرورت و حاجت جو مانگے گا وہ جہنم کی آگ اکٹھی کرے گا اور اپنی جھولی و کشکول میں انگارے بھرے گا۔ ارشاد نبویؐ ہے:

"جو شخص مال بڑھانے کے لیے لوگوں سے ان کا مال مانگتا ہے وہ آگ کے انگارے مانگتا ہے، چاہے کم مانگے یا زیادہ"[30]

حجۃ الوداع کے موقع پر دو افراد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ اس وقت صدقات تقسیم فرما رہے تھے۔ ان دونوں افراد نے بھی مانگا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک نظر دونوں پر ڈالی دیکھا کہو تن درست، توانا اور کمانے کے لائق ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"اگر میں چاہوں تو اس میں سے تم دونوں کو بھی دے سکتا ہوں، لیکن سن لو! کہ اس میں کسی مال دار اور کمانے کے لائق تندرست و توانا کا کوئی حصہ نہیں"[31]

مانگنا ایسے شخص ہی کے لیے جائز ہے جو کنگال و فقیر ہو یا سخت پریشان حال مقروض ہو، جو لوگ ان حالات کے بغیر مانگتے ہیں ان کے منہ پر روز قیامت گوشت کی ایک بوٹی بھی نہ ہوگی، سارا چہرہ زخموں سے بھرا ہوگا۔[32] سہیل بن حنظلہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص نے سوال کیا اور اس کے پاس اس قدر مال ہے جو اس کو غنی کر دے تو وہ اس سوال کے ذریعے آگ کی کثرت طلب کر رہا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ غنا کی حد کیا ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے سوال کرنا جائز نہیں؟ آپؐ نے فرمایا: اس قدر جو اس کے لیے صبح و شام کی غذا کا کام دے سکے"[33]

ایک اور روایت میں ہے کہ:

"ایک دن یا ایک رات اور ایک دن پیٹ بھرنے کے لیے کافی ہو"[34]

زبیر بن عوامؓ سے مروی ہے کہ نبی پاکؐ نے ارشاد فرمایا:

"تم میں سے کوئی رسی لے کر لکڑیوں کا گٹھر اپنی پشت پر اٹھا کر لائے اور اس کو فروخت کرے اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی آبرو بچالے، یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے وہ اس کو دیں یا نہ دیں"[35]

لالچ کے ساتھ مال کو لینا بے برکتی پیدا کرتا ہے، گویا کھاتا جا رہا ہے اور پیٹ بھرنے کا نام نہیں لیتا۔ اس طرح مانگنے کا حریص، ہاتھ پھیلانے کا عادی خواہ کتنا ہی جمع کرلے اس کی حرص نہیں جاتی، ہر وقت مزید مزید کا طلب گار رہتا ہے۔ بے حمیتی کا یہ عالم ہو جاتا ہے کہ پیچھے پڑ کر لیتا ہے، جھڑکیاں سہہ کر لیتا ہے، ڈانٹ پڑتی ہے مگر باز نہیں آتا، رسوائی ہوتی ہے، ذلیل و خوار کیا جاتا

ہے مگر بھیک مانگنا بند نہیں کرتا۔ایک مرتبہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا:

"کون مجھے اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ لوگوں سے کبھی کوئی سوال نہیں کرے گا، میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ حضرت ثوبانؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: 'میں ضمانت دیتا ہوں' اس کے بعد حضرت ثوبانؓ کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتے تھے"[36]

اسلام میں بھیک مانگنا منع ہے۔ اسلام ہاتھ پھیلانے کی اجازت نہیں دیتا، وہ محنت مزدوری کرکے کمانے کھانے پر زور دیتا ہے، دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے کی اجازت بہ درجہ مجبوری ہے۔ اسلام میں پیشہ ورانہ بھیک مانگنے اور اسے اپنا خاندانی حق سمجھنے کی قطعاً گنجائش نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

"سوال کرنا تین اشخاص کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں، ایسا محتاج جس کی بے چارگی نے اسے زمین پر ڈال دیا ہے، ایسا شخص جس کے ذمے بھاری قرض ہے جس کے اتارنے کی اس میں استطاعت نہیں، یا کسی خون والے کے لیے (خون بہا ادا کرنے کے لیے) جس کی ادائی اس کے لیے سخت مشقت اور تکلیف کا سبب ہو"[37]

جس دین نے بھیک مانگنے سے سب سے زیادہ منع کیا ہو، محنت سے کمانے کھانے اور کوشش وجدوجہد سے روزی حاصل کرنے پر سب سے زیادہ زور دیا ہو، اسی دین کے نام لیواؤں میں بھکاریوں کا تناسب سب سے زیادہ ہو، ہر چوراہے، گلی کوچے، مسجد کے سامنے بھیک مانگنے والوں کی بھیڑ دکھائی دے تو یہ کس قدر افسوس ناک ہے۔ ہم سب کو ہر حال میں اس سے پناہ مانگنی چاہیے۔ اللہ رب العزت ہمیں صرف اپنے در کا سوالی بنائے رکھے، اس لیے کہ در در کے سوالی کبھی خوش حال نہیں ہوتے۔

سوال کا جواز اور ممکنہ صورتیں

حدیث میں تین قسم کے ضرورت مندوں کے لیے سوال کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ قبیصہ بن مخارق رضی اللہ کہتے ہیں کہ میں ایک شخص کا ضامن ہوا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس بارے میں سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"یہاں ٹھہرو تاآنکہ ہمارے پاس صدقہ آئے۔ پھر ہم تیرے لیے کچھ کریں گے۔ پھر مجھے مخاطب کرکے فرمایا: قبیصہ! تین شخصوں کے علاوہ کسی کو سوال کرنا جائز نہیں۔ ایک وہ جو ضامن ہو اور ضمانت اس پر پڑ جائے جس کا وہ اہل نہ ہو۔ وہ اپنی ضمانت کی حد تک مانگ سکتا ہے۔ پھر رک جائے۔ دوسرا وہ جسے ایسی آفت پہنچے کہ اس کا سارا مال تباہ کردے وہ اس حد تک مانگ سکتا ہے کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہوسکے اور تیسرا وہ شخص جس کو فاقہ کی نوبت آ گئی ہو۔ یہاں تک کہ اس کی قوم کے تین معتبر شخص اس بات کی گواہی دیں کہ فلاں کو فاقہ پہنچا ہے اسے سوال کرنا جائز ہے تا آنکہ اس کی محتاجی دور ہو جائے۔ پھر فرمایا: اے قبیصہ ان تین قسم کے آدمیوں کے سوا کسی اور کو سوال کرنا حرام ہے اور ان کے سوا جو شخص سوال کرکے کھاتا ہے وہ حرام کھا رہا ہے"[38]

درج بالا فرمانِ نبوی ﷺ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کہ بھیک مانگنا اور بلاسبب کسی کے آگے سوال دراز کرنا درست عمل نہیں ہے، شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔

انعطافِ دست درازی کی معاشرتی وجوہات

دست درازی کے پنپنے کی معاشرتی وجوہ کئی ہو سکتی ہیں لیکن انہیں درج ذیل چند بنیادی عنوان کی روشنی میں بیان کیا جاسکتا ہے:

1. وراثت میں ملا ہوا پیشہ

2. غربت
3. حکومت کی ناقص پالیسیاں
4. ریاست کی ذمہ داریوں سے پہلو تہی
5. بے روزگاری
6. مہنگائی

غربت:

غربت دنیا کا سب سے سنگین مسئلہ ہے، ورلڈ بینک کی ایک رپورٹ کے مطابق دنیا کے ترقی یافتہ ممالک دنیا کے وسائل کا 80 فیصد خرچ کر رہے ہیں جب کہ باقی 20 فیصد وسائل تیسری دنیا کے ممالک استعمال میں لا رہے ہیں۔ ان پس ماندہ ممالک میں آبادی بھی زیادہ ہے جس کی بنا پر وہ غربت اور افلاس کے منحوس چکر سے باہر نہیں نکل پاتے۔ یہ ممالک صاف پانی، حفظان صحت اور تعلیم کی سہولتوں سے محروم رہتے ہیں۔ اگر 2500 حراروں کی ضرورت ہے تو بعض غریب ممالک میں استعمال کہ یہ سطح اتنی کم ہے کہ 1500 حرارے ریکارڈ کئے گئے ہیں (بلکہ اس سے بھی کم) پاکستان کی مثال لیجیے! پاکستان میں ہر سال 1000 میں سے 95 بچے (تقریبا 10 فیصد) اپنی عمر کے پہلے سال میں ہی موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں ہر سال 35 لاکھ بچے سکول جانے کی عمر کو پہنچتے ہیں ان میں سے صرف 54 فیصد لڑکوں اور 30 فیصد لڑکیوں کی پہلی جماعت میں داخلہ ملتا ہے صرف 40 فیصد بچے پانچویں جماعت تک پہنچتے ہیں۔[39]

1990ء میں تیسری دنیا کی آبادی کا 29.7 فیصد حصہ غربت کی سطح پر زندگی بسر کر رہا تھا تیسری دنیا کی 65 فیصد آبادی ایشیا میں واقع ہے۔ مندرجہ بالا اعداد و شمار کے مطابق انڈیا، ایتھوپیا، پاکستان اور سوڈان میں غربت اور افلاس کی جھلک ڈنمارک، سوئٹزرلینڈ اور سویڈن جیسے ممالک کے مقابلہ میں خوب دیکھی جاسکتی ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق سالانہ فی کس آمدنی (امریکن ڈالروں میں) انڈیا 350، ایتھوپیا 120، پاکستان 370، اور سوڈان 340، فی کس ہے۔ مقابلتاً ڈنمارک 20.150، سوئٹزر لینڈ 30,270، اور سویڈن 25,863 فی کس سالانہ ہے۔[40]

درج بالا رپورٹس کے ڈیٹا سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہے۔ ملاحظہ کیجیے کہ تقریبا 8 تا 10 گنا فی کس آمدنی کا فرق ہے کہ غریب کو دو وقت کا کھانا میسر نہیں۔

وراثت میں ملا ہوا پیشہ

عموما یہ ہوتا ہے کہ ترکھان، کمہار، نائی، درزی اور اسی انواع کے افراد اپنی اولاد کو موروثی پیشے کی طرف لگانے ہی کو فوقیت دیتے ہیں بعینہ دست درازی سے منسلک افراد بھی اپنی اولاد کو دست دراز بنانے کی سعی کرتے ہیں، یوں مانگنے کا عمل نسل در نسل چلتا رہتا ہے اور دست دراز کی اولاد ہاتھ پھیلانے میں قطعاً عار محسوس نہیں کرتی بلکہ بعض دست دراز تو اپنے اس موروثی پیشہ پر فخر کرتے ہیں۔

حکومتی ناقص پالیسیاں

پسماندہ اور غریب ممالک کی حکومتوں کی ناقص اقتصادی پالیسیاں، خسارے کا بجٹ، منصوبہ بندی کا فقدان، آمدنی واخراجات میں عدم توازن، غیر ترقیاتی اخراجات، اجتماعی بد نظمی وانتشار، اسراف کا چلن، مادی خواہشات کی بھرمار، عیش وعشرت

، ظلم و تشدد کا رواج ، حرص و ہوس ، ذاتی اغراض و مفادات کا تقدم ، غربت ، ناخواندگی ، بڑھتی ہوئی آبادی ، بے روزگاری، بیرونی قرضہ جات کا مسئلہ ، لاقانونیت ، کرپشن ، سیاسی عدم استحکام ، منشیات ، امتیازات و تعصّبات ، طبقاتی استحصال ، ارتکاز و احتکار ، فحاشی و بے حیائی ، ناانصافی کا دور دورہ اور اقربا پروری جیسی برائیوں کی وجہ سے معاشرہ غربت وافلاس ، بے روزگاری وبدحالی جیسے بھیانک مسائل کا شکار ہو جاتا ہے۔انہی ناقص پالیسیوں کی وجہ سے ملک کی تقریبا 50 فیصد آبادی غربت کی دلدل میں پھنسی ہوئی ہے اور Hand to Mouth ہے اور آبادی کا کم از کم ایک تہائی حصہ "Below the Poverty Line" زندگی کے شب وروز بسر کرنے پر مجبور ہے۔

"غربت میں نمایاں اضافہ کی وجہ سے اب پاکستان کا "انسانی ترقی" کے انڈیکس میں 144واں نمبر ہے (UNDP کی رپورٹ)"[41]

درج بالا اقوام متحدہ کے ادارہ کی رپورٹ حکومت کے لیے یقینا لمحہ فکریہ ہے کہ ترقی یافتہ ممالک کی فہرست میں وطن عزیز کی کیا پوزیشن ہے اور یہ صورت حال ناقص پالیسی اور منصوبہ بندی کے فقدان کے سبب ہے ۔انہی پس ماندہ ممالک کی حکومتوں کی عیاشیوں، اسراف، فحاشی اور بے حیائی کی طرف میلان ، سادگی سے اعراض اور بیرونی قرضہ جات کی ادائیگی کے سیلاب میں عوام الناس کی کثیر تعداد غرق ہے۔ پاکستان جیسے پس ماندہ ملک کی ناقص پلاننگ کی وجہ سے ہر پیدا ہونے والا بچہ بھی سینکڑوں امریکی ڈالر کا مقروض ہوتا ہے اور زندگی بھر مقروض رہتا ہے۔

ریاست کی ذمہ داریوں سے پہلو تہی

عوام الناس کی ضروریات خصوصا بنیادی ضروریات وسہولتوں کی فراہمی حکومت کی ذمہ داری میں شامل ہے۔بنیادی سہولیات وضروریات خواہ وہ سماجی ہوں یا معاشی ہر فرد کا حق ہے اور حکومت کی ذمہ داری۔اس بات کو قاضی مطیع الرحمٰن ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"اسلام کا معاشی نظام انصاف وتوازن ، معاشرتی مساوات اور غربت کی دست گیری کے لئے منفرد معاشی نظام ہے۔دکھ درد کی ماری ہوئی انسانیت کی فلاح ہر دور میں اسلام کے معاشی نظام میں ہی مضمر رہی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جس نوعیت کا معاشی نظام اسلامی معاشرے میں رائج کیا تھا اس میں ہر شخص کی کفالت کا اہتمام تھا"[42]

حکومت اور صاحب حیثیت افراد کی نظم معیشت اور کفالتِ عامہ کی ذمہ داریوں سے پہلو تہی کے نتیجے میں غربت ، افلاس ، بے روزگاری اور دیگر معاشرتی برائیوں کے سبب دست درازی اور دوسری برائیوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جن امور میں حکومت ذمہ دار تھی اب ان سے اعراض واجتناب کی بناء پر معاشرتی برائیاں معاشرے میں فروغ پا رہی ہیں اور روز افزوں اضافہ کا باعث ہیں۔

بے روزگاری اور عدم ملازمت یا پیشہ

روزگار کی عدم دستیابی دست درازی کے فروغ کا ایک بڑا سبب ہے ۔بڑھتی ہوئی آبادی ، وسائل کی کم یابی ، مہنگائی اور افلاس نے روزگار کے مواقع مخدوش کر دیئے ہیں۔ سینکڑوں ڈگری ہولڈر ہمارے زمانہ میں بے روزگار پھر رہے ہیں جن کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ پاکستان جیسے پس ماندہ ملک کی حکومت کے محدود وسائل ، قرضوں کے انبار تلے ڈوبی معیشت ، دفاعی اخراجات کی بھرمار ، خسارے کا بجٹ، اور اسی نوع کے معاشی اور معاشرتی مسائل نے بے روزگاری میں بے حد اضافہ کر دیا ہے۔

دوسری جانب پبلک سیکٹر میں بھی آسامیوں کی کمی، Selection کا اچھوتا معیار، تجربہ کا فقدان، وہ مسائل ہیں جس نے بے روز گاری میں بے حد اضافہ کردیا ہے ،غرض یہ کہ حکومتی اور پبلک سطح پرروزگار کی دستیابی کے لیے خاطر خواہ Arrangements نہیں کیے جاسکے جس کی بنا پر ملک میں بے روزگاری کی شرح کافی زیادہ ہے۔

کمر توڑ مہنگائی

دست درازی کے فروغ اور پھیلاؤ کے معاشرتی اسباب میں مہنگائی بھی ایک سبب ہے دنیا بھر میں بڑھتی ہوئی مہنگائی نے پاکستان جیسے غریب اور پس ماندہ ملک کو بھی بے حد متاثر کیا ہے۔عام آدمی اس کے بوجھ تلے پسا جارہا ہے ہمارے ملک میں خصوصا غریب طبقہ کی فی کس آمدنی پہلے ہی بہت کم ہے اس پر مزید یہ کہ ہمارے معاشرے میں عموماً فرد واحد ہی ایک بڑے کنبے کا واحد کفیل ہوتا ہے۔ مہنگائی کے عفریت سے ہمارے زمانے میں عام افراد (طبقہ غرباء) کے نان ونمک تک کا محتاج بنا رکھا ہے گزشتہ چند سالوں میں اشیاء خورد ونوش کی قیمتیں آسمان سے باتیں رہی ہیں اور ان اشیاء کی قیمتوں پر ارباب اقتدار کا نہ تو کوئی چیک کرنے کا نظام ہے اور نہ ہی کوئی کنٹرول ہے۔

خاتمۃ البحث:

شرعی نصوص سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انسانی زندگی اور معیشت ومعاشرت میں چولی دامن کا ساتھ ہے کسی ایک عنصر کی خرابی دیگر عناصر پر منتج ہوتی ہے۔اسلام نے انسانوں کو جہاں جہان،مال اور آبرو کی حفاظت کا حکم دیا ہے وہیں کاروبار کو چلانے کی خاطر جائز ذریعہ معاش کے حصول پر اس کا حق تسلیم کیا ہے۔ معاشی آزادی کے بغیر معاشرتی وسیاسی آزادی ناممکن ہے اور معاشی انصاف کے بغیر سکون وسلامتی کا امکان مفقود ہے۔انسانوں کے مابین معیشت ومعاشرت اور دیگر حسّی ومعنوی نعمتوں میں تفاوت، درجہ بندی اور فرق ومراتب کا ہونا ایک فطری اور طبعی امر اور خالق کائنات کے تکوینی نظام ہائے زندگانی کا ایک لازمہ ہے۔ چنانچہ تاریخ انسانی کے جملہ ادوار میں ایسا کوئی معاشرہ نظر نہیں آتا جس میں امیر اور غریب یہ دونوں طبقے موجود نہ ہوں مگر جہاں تک انسانی معاشی حاجات کا تعلق ہے تو یہ انسان کا طبعی تقاضا ہے جس میں بلا تخصیص تمام انسان برابر ہیں کوئی بھی انسان عام حالات میں خوراک، لباس، اور رہائشی سہولیات کے بغیر زندگی بسر نہیں کر سکتا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

---

1 حسن عمید، فرہنگ عمید، (ایران: انتشارات امیر کبیر، 2004ء)، 167:2

2 ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، (بیروت: دار صادر، 1997)، 60:5

3 ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، (بیروت: دار صادر، 1997)، 60:5

4 قاسمی، وحید الزمان، القاموس الجدید، (لاہور: ادارہ اسلامیات، 1990)، 861

5 حاجی پردل خٹک، پشتو اردو لغت، (لاہور: مرکزی اردو بورڈ، 1973ء)، 174:2

6سید احمد، مولوی، دہلوی، فرہنگ آصفیہ، (لاہور :مرکزی اردو بورڈ، 1977 ء)،101:3 ؛ سید محمود قاسم، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، (لاہور: شاہکار بک فاؤنڈیشن 1984ء)،129 ؛ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، (لاہور: دانش گاہ پنجاب لاہور، 1985ء) 445:15

7اردو دائرہ معارف اسلامیہ، (لاہور: دانش گاہ پنجاب لاہور، 1985ء) 445:15

8القرآن، فاطر: 15

9اردو دائرہ معارف اسلامیہ، 442:15

10ایضاً، 442

11ایضاً، 443

12القرآن، البقرہ: 273

13ابو جعفر محمد بن جریر طبری، جامع البیان فی تاویل آی القرآن (بیروت : مؤسسۃ الرسالۃ، 1420ھ)، 598:5

14علامہ الشیخ اسماعیل البروسی، تفسیر روح لبیان، (بیروت: دار الفکر، س ن)، 435:1

15محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب الاستعفاف عن المسئلۃ، (بیروت: دار ابن کثیر)، رقم الحدیث: 1471

16ایضاً

17 شہاب الدین السید محمود البغدادی آلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن الکریم السبع المثانی، (بیروت :احیاء التراث العربی، لبنان)، 48:3

18ابن کثیر، حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر القرشی، تفسیر القرآن العظیم، (لاہور: سہیل اکیڈمی، 1972ء)، :324

19مسلم، ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب المسکین الذی لا یجد غنی، ولا یفطن لہ فیتصدق علیہ، (بیروت :احیاء التراث العربی)، رقم الحدیث1039

20القرآن، البقرۃ: 273

21احمد یار خان گجراتی نعیمی، تفسیر نعیمی، (پاکستان: مکتبہ اسلامیہ گجرات، 2004ء)، 106:3

22ایضا، 161/3

23امیر علی، علامہ سید امیر علی ملیح آبادی، (لاہور : مواہب الرحمٰن، مکتبہ رشیدیہ، س ن) 59:2

24 قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی، تفسیر مظہری، (مترجم: مولانا سید الدائم جلالی)، (کراچی: ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، 2006ء) ، 78:2

25مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر القرآن، (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 1996)، 624:1

26القرآن، البقرہ: 168

27پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 2005)114:1

28القرآن، البقرۃ: 188

29محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب لا صدقۃ الا عن ظہر غنی، رقم الحدیث: 1429

30مسلم بن حجاج، القشیری، ابو الحسین، صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کراھۃ المسالۃ للناس، رقم الحدیث: 1041

31ابو داؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داوٗد، کتاب الزکوۃ، (ریاض: بیت الافکار، سعودیہ، ۱۹۹۸ء)، رقم الحدیث: 1645

32مسلم، مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب کراھۃ المسالۃ للناس، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 1040

33نسائی، احمد بن شعیب الخراسانی، ابو عبد الرحمٰن، (م303ھ)، السنن، کتاب الذکوۃ، باب الغنی، مؤسسۃ الرسالہ، رقم الحدیث:2592

34ابو داؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، کتاب الزکوۃ، رقم الحدیث:1648

35بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الزکوۃ، باب الاستعفاف عن المسئلہ، رقم الحدیث:2006

36ابو داؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، کتاب الزکوۃ، باب: کراھیۃ المسالۃ، رقم الحدیث:1643

37ابو داؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، کتاب الزکوۃ، باب: کراھیۃ المسالۃ، رقم الحدیث:1626

38مسلم، مسلم بن حجاج القشیری، ابو الحسین، الجامع الصحیح، کتاب الزکوۃ باب من لا یحل لہ المسئلہ، رقم الحدیث:2404

39ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، عصر حاصر کے مسائل کا حل سیرت طیبہ کی روشنی میں، مقالات سیرت، (اسلام آباد: شعبہ تحقیق و مراجع وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان، 1995ء)، 55

40ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، عصر حاصر کے مسائل کا حل سیرت طیبہ کی روشنی میں، 55-56

41روز نامہ نوائے وقت، (راولپنڈی، اسلام آباد، 9جولائی 2003ء)

42 قاضی، محمد مطیع الرحمٰن، اسلامی نظام معیشت اور کفالت عامہ میں زکوۃ کی اہمیت، (شعبہ تحقیق و مراجع وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان، اسلام آباد (مقالہ) مقالات سیرت2000ء)، 385